# کلامِ اقبال (اردو)

## فرہنگ وحواشی

احمد جاوید

۱۔ کلامِ اقبال (اردو) فرہنگ وحواشی کا منصوبہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

۲۔ حواشی میں مندرجہ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

**الف:۔ اعلام اور تلمیحات:** یعنی اقبال نے جن شخصیات، واقعات اور مقامات وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کا ضروری تعارف۔

**ب:۔ مشکلات......** یعنی ایسے مقامات جہاں خیال دقیق ہو یا الفاظ مشکل ہوں یا کوئی بنیادی تصور بیان ہوا ہو۔ ان مقامات کی تشریح، توضیح اور تفصیل۔ اس میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ عام قاری کی مشکل کو سادہ اسلوب میں حل کیا جائے اور وہ مقامات جہاں اہلِ علم الجھ سکتے ہیں یا غور وفکر پر مجبور ہو سکتے ہیں، ان پر علمی انداز سے قلم اٹھایا جائے تا کہ اس خیال اور تصور کی عظمت جسے عام سطح تک نہیں لایا جا سکتا، مجروح نہ ہو۔

**ج:۔ تکنیکی اور فنی محاسن:** یعنی شعر میں پائی جانے والی لفظی رعایتوں، معنوی مناسبتوں اور فنی باریکیوں کا تجزیہ۔

۳۔ فرہنگ میں کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کو کھولا گیا ہے اور اس میں بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا ہے جو حواشی کی شق ''ب'' میں بیان ہوا۔ ہر لفظ اور اصطلاح کے تمام معانی ایک ہی اندراج میں نہیں دیے گئے۔ ہر اندراج میں وہی معنی لکھے گئے ہیں جو اس خاص مقام پر اقبال کے پیشِ نظر تھے۔ حتمی تدوین کے بعد کسی لفظ کے تمام معنوی پہلو یکجا حالت میں سامنے آ جائیں گے۔

○

صفحات ذیل میں فرہنگ وحواشی کے چند نمونے قارئین کی نذر کیے جا رہے ہیں۔

ص کلیات ۔۲۷۔عقل و دل:

ابتدائی متن ۴۰/اشعار اور دو بند پر مشتمل ایک قطعے کی صورت میں ''خطِ منظوم'' (پیغامِ بیعت کے جواب میں) کے عنوان سے مئی ۱۹۰۲ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا۔نظر ثانی میں پہلا بند بالکل حذف کر دیا گیا اور دوسرے کے بھی صرف ۱۳ اشعار باقی رکھے گئے۔ نوادرِ اقبال میں ابتدائی متن کے ۴۱ اشعار دیے گئے ہیں۔

تفتہ دل: دل جلا، عاشق یعنی پروانہ۔'تفتہ دل' وصل اور ہجر دونوں کیفیات کو کبھی بیک وقت اور کبھی الگ الگ ظاہر کرتا ہے۔۱-محبوب کا وصال کبھی کامل نہیں ہوتا۔وصل کا ہر مرحلہ عاشق کو اگلے مراحل کی طرف متوجہ کر دیتا ہے جو ہنوز اس کی رسائی سے باہر ہیں۔اور یہ سلسلہ لاانتہا ہے۔جزوی وصل اور کلی فراق کی یہ مستقل کیفیت رکھنے والا عاشق 'تفتہ دل' کہلاتا ہے۲-تصوف میں 'تفتہ دل' طریق عشق پر چلنے والا وہ سالک ہے جو صفات کے اجمالی وصل اور ذات کے کلی فراق میں فنا ہو چکا ہو۔۳-تصوف ہی میں اس اصطلاح کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ نسبتِ عشق رکھنے والے سالک پر جب محبوب حقیقی کی تجلی جلال پڑتی ہے تو اس حالت میں اُسے 'تفتہ دل' کہا جاتا ہے۔۴-وہ عاشق جو محبوب کے وصل سے بھی فنا ہو جاتا ہے اور ہجر سے بھی۔

ص کلیات۔۱۳۱

گوش بہ دل: دل کی طرف کان لگائے، دل کی طرف متوجہ۔

ص کلیات۔۱۴۰

دلِ آگاہ: ۱- وہ دل جو حقیقت کا علم رکھتا ہو۔۲- خدا، انسان اور کائنات کی حقیقت جاننے والا، مردِ عارف۔

ص کلیات۔۱۵۵

سومناتِ دل: ۱- خدا سے خالی اور ماسوی اللہ سے بھرا ہوا دل۔۲- دل ایک خاص قسم کی صوفیانہ شعری اصطلاح میں عقل، خیال اور احساس کا منبع ہے اور انسان کا مجموعی تشخص اسی کی

بنیاد پر بنتا ہے۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ خدا کا گھر ہے جو زوال کی زد میں آ کر بت خانہ بن جاتا ہے۔ یعنی معنی سے کٹ کر محض صورت میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ صورت کا اصول کثرت ہے مگر چونکہ وحدت سے بے نیاز ہو کر کوئی چیز موجود ہی نہیں ہو سکتی لہٰذا کثرت بھی اپنے اندر ایک غیر حقیقی یا اُفقی وحدت کا پہلو رکھتی ہے تا کہ اسے اپنے وجود کی وہ اساس میسر آ جائے جس کے بغیر انسان کا 'فطری شعور' نہ تو اُس کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہے اور نہ اُس کا ثبات کر سکتا ہے۔ اُس غیر حقیقی وحدت کے اظہار کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً فرد پرستی، قومیت، وطنیت، دنیا پرستی وغیرہ۔ 'پیامِ عشق' میں ان تمام صورتوں کو رد کیا گیا ہے۔ ۳- اس نظم کے پہلے مخاطب ہندی مسلمان ہیں اور ہندوستان کے تناظر میں دل جسے کعبہ ہونا چاہیے کو سومنات کہنا بہت معنی خیز ہے۔ جس دور میں یہ نظم لکھی گئی تھی، اُس وقت برصغیر میں متحدہ قومیت اور ہندو مسلم بھائی بھائی کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ ہندومت تو نمک کی کان ہے، ان رجحانات سے اُس کا کچھ نہ بگڑتا بلکہ اُلٹا فائدہ پہنچتا۔ اگر متاثر ہوتا تو ظاہر ہے کہ اسلام ہی ہوتا کیونکہ اس دین کی تو بنیاد ہی حق کی وحدتِ مطلق پر ہے یعنی حق اپنی حقیقت اور اجمال میں بھی ایک ہے اور ظہور و تفصیل میں بھی۔ دینِ آخر و اکمل حیثیت سے اس کا پہلا دعویٰ ہی یہ ہے کہ مجھ سے باہر جو کچھ ہے وہ حق نہیں ہے۔ جب کہ ہندومت 'دین' نہیں بلکہ ایک مابعدالطبیعی روایت ہے جو حق کے اُن ظاہری تعینات کو قبول نہیں کرتی جن کی بنیاد پر حق اور ناحق یا ایمان اور کفر کی وہ 'شرعی' تقسیم عمل میں آئے جو اپنے اطلاق میں مستقل اور عالمگیر ہو۔ اسی لیے ہندو ذہن حق کے اُس مرتکز کائناتی ظہور کو سمجھ ہی نہیں سکتا جو اسلام کا جوہر بلکہ خود اسلام ہے۔ مسلمان کے لیے اُس کا دین حق کی واحد صورت ہے، مابعدالطبیعی معنی میں بھی اور قانونی و شرعی معنی میں بھی۔ اور چونکہ دین کے لیے لازمی ہے کہ اُس میں شریعت مابعدالطبیعیات پر غالب ہو۔ لہٰذا مسلمان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی بھی ضرورت یا تاویل سے اسلام کی مطلق اور لاشریک حقانیت کو کسی بھی سطح پر غیر اسلام یعنی باطل سے مخلوط کرے۔ مثلاً 'ہندو مسلم بھائی بھائی' کا تصور گو کہ ہندوؤں کی ایک چال تھی مگر فرض کر لیتے ہیں کہ یہ اُس زمانے کا ایک سیاسی تقاضا تھا جسے نظر انداز کر کے ہندوستان کی آزادی محال ہو جاتی تو بھی مسلمان اس مؤاخات کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح اُس کے دین کی بنیاد ڈھے جاتی...... اس پس منظر میں 'سومناتِ دل' کا مطلب ہوگا وہ دل جس میں ہندوستان کی محبت حجاز کی محبت پر غالب آ گئی ہو۔

ص کلیات۔ ۲۲۸

دلِ دیوانہ: ۱- وہ دل جس میں محبت، ادب پر غالب آجائے۔ ۲- وہ دل جس کی گستاخی بھی محبوب کو بھلی لگے۔ ۳- وہ دل جو اظہارِ محبت میں کسی ضابطے کا پابند نہ ہو۔ جس کے لیے تکلفات بے معنی ہوں۔

ص کلیات۔ ۲۳۳

قلبِ سلیم: ۱- قرآن شریف میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ایک دُعا منقول ہے جس میں قلب سلیم کا ذکر آتا ہے: ﴿وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ○ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ○﴾ (جس دن سب زندہ ہوکر اُٹھیں گے اُس دن مجھے رسوا نہ کرنا۔ اُس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ ہاں مگر وہ جو اللہ کے پاس بے روگ اور کفروشرک سے پاک دل لے کر آئے گا۔) ۲- سادہ، پاک اور روشن دل۔ ۳- اسلام کی محبت سے معمور دل۔ ۴- وہ دل جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ ۵- وہ دل جس میں کوئی غلط خیال یا خواہش داخل نہ ہوسکے۔ ۶- وہ دل جس کو اللہ نے اپنی محبت، خوف اور معرفت عطا فرمائی ہو۔ ۷- روحانی طور پر صحت مند دل جو صرف مومن کا ہوسکتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ کافر کا دل بیمار ہوتا ہے: فی قلوبھم مرضٌ۔ ۸- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بقول وہ دل جو کلمۂ توحید کی گواہی دے اور شرک سے پاک ہو۔

ص کلیات۔ ۲۴۱

اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

۱- یعنی اے مسلمان تو کائنات کے سینے میں چھپا ہوا راز ہے، اب خود کو ظاہر کردے ۲- کائنات کے دو راز ہیں: ایک اس کی حقیقت اور دوسرا اس کی غایت۔

ص کلیات۔ ۲۴۵

دل سوختۂ گرمی فریاد: جس کا دل فریاد کی گرمی سے جل چکا ہو، نامُراد، شمشاد کو پھل نہیں لگتا۔ لہٰذا اس کو دل سوختہ کہنا ایک اضافی معنوی حسن رکھتا ہے۔ [دل سوختہ = دل جلا، جس کا دل جل گیا ہو، گرمی، فریاد]

ص کلیات۔ ۲۴۷

گفتارِ دل آزار: دل دُکھانے والی بات۔

ص کلیات۔ ۲۵۵

دلِ آگاہ: ۱- جاننے والا دل، معرفت رکھنے والا قلب۔ ۲- دل جو چیزوں سے عقل کی بنیاد پر متعلق ہو، جذبے کی بنیاد پر نہیں۔

ص کلیات۔ ۲۵۵

ع     دل مرا حیراں نہیں، خنداں نہیں، گریاں نہیں

۱- یعنی وہ دل جس نے جان لیا کہ انسان مجبورِ محض ہے، اسے کسی بات، کسی واقعے پر نہ حیرانی ہوتی ہے نہ خوشی نہ غم...... کیونکہ حیران، خوش اور غمگین ہونے کے لیے بھی کسی درجے میں بااختیار ہونا ضروری ہے۔ ۲- دل جب عقل کے تابع ہوجائے تو احساس فنا ہوجاتا ہے اور جذبہ معدوم۔

ص کلیات۔ ۲۶۴

دل آسائی: دلاسائی، تسلی، دل کو بہلانا۔

ص کلیات۔ ۲۶۸

دلیل مردہ دلی: ۱- دل کے مُردہ ہونے کا ثبوت۔ ۲- روحانی نشاط، عشق اور غیرت سے محروم ہونے کی دلیل۔

ص کلیات۔ ۲۷۴

بیدار دل: ۱- جاگتا دل رکھنے والا۔ ۲- جس کا دل اللہ کی یاد سے زندہ ہو۔ ۳- جو غافل نہ رہتا ہو۔ ۴- روحانی طور پر بیدار، صاحب بصیرت۔

ص کلیات۔ ۲۷۴

دلِ آگاہ: ۱- حقیقت کی خبر رکھنے والا دل۔ ۲- صورت سے گزر کر معنی تک پہنچ جانے والا دل۔ ۳- تقدیری بصیرت رکھنے والا قلب۔ ۴- وہ دل جس کے بارے میں کہا گیا ہے ''العقل فی القلب''، یعنی عقل دراصل قلب میں ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۶

پھر اُٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے

اس شعر میں چند لفظی محاسن کی نشاندہی ضروری ہے:

۱-'ایشیا کے دل' سے مراد وسطِ ایشیا ہے جو ترکوں اور تاتاریوں کا اصلی وطن ہے۔ یہ علاقہ محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی ایشیا کا دل ہے اور اہمیت کے لحاظ سے بھی۔

۲- دل، بدن کو خون فراہم کرتا ہے اور وسطِ ایشیا، براعظم ایشیا کو۔ خون کے جتنے بھی مثبت معنی ہوسکتے ہیں، وہ سب کے سب ترکوں میں مجسم ہوگئے ہیں۔ زندگی، حرارت، حرکت، جوش، بہادری...... حتیٰ کہ رنگت بھی۔

۳-'اطلس قبایانِ تتاری' کو 'محبت کی چنگاری' کہنا، تشبیہ کا کمال ہے اور یہی اس شعر کی جان ہے۔ ترکوں کی دین کے ساتھ جذباتی وابستگی، شجاعت، سرفروشی، گرم جوشی، حریت پسندی، غیرت وغیرہ کا بیان شاید اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔

۴-'محبت کی چنگاری' میں ترکوں کا جلال و جمال یکجان ہوگیا ہے۔ اور محبت کے پھیلاؤ کے لیے معرکہ آرائی کی تصویر کھنچ گئی ہے۔

۵-'اطلس قبا' اور 'چنگاری' میں سرخی اور چمک مشترک ہونے کی وجہ سے ظاہری مشابہت بھی ہے۔

۶-'چنگاری' سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اپنے مقصود کے حصول کے لیے ان کی جدوجہد سردست ابتدائی مراحل میں ہے۔

**ص کلیات۔۳۱۳**

**تسلی دلِ ناصبور:** ۱- بے کل دل کی تسکین۔ جسے کسی پہلو قرار نہ ہو، اُس دل کی تسکین۔۲- 'دلِ ناصبور' وہ دل ہے جو محبوب کو پا کر بھی بے چین رہے۔۳- عاشقِ ذات کی بے تابی کا علاج جس کے لیے وصل فراق کا ایک نیا تجربہ ہے اور کچھ نہیں۔۴- اُس عاشق کی بے چینی کا ازالہ جو محبوب میں فنا ہونے پر راضی نہ ہو اور بلکہ اُسے اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہو۔

**ص کلیات۔۳۴۵**

**چیر گئی دلِ وجود:** وجود کی تہ میں جو کچھ ہے، اُس تک پہنچ گئی...... یعنی ہستی کی انتہائی حقیقت تک رسائی حاصل کر لی۔

**ص کلیات۔۳۴۷**

**قلب و نظر:** ۱- دل اور نگاہ۔۲- دل جو محبوب کی معرفت کے لیے ہے اور چشمِ دل جو محبوب

کے دیدار کے لیے ہے۔ ۳- 'نظر' اگر 'فکر' کے ساتھ استعمال ہو تو اس کے معنی ہوں گے استدلال، غور، خیال اور اگر 'قلب' کے ساتھ ہو تو اس سے مراد یا تو صرف 'آنکھ' ہوگی یا 'چشمِ دل'۔ اہلِ منطق نے 'فکر' کو جنس اور 'نظر' کو اس کا فصل قرار دیا ہے۔ یہی اصول 'قلب ونظر' پر بھی وارد ہوتا ہے۔ 'نظر' کو 'قلب' کا فعل ذاتی سمجھنا چاہیے۔ ۴- 'قلب ونظر شکار کر' یعنی حب عشق عطا فرما۔

ص کلیات۔ ۳۵۰

نامحکمی دل کی: ۱- دل کی کمزوری، دل کا ایک جگہ پر نہ ہونا۔ ۲- دل کی نامحکمی کے اسباب:

الف) معرفت، محبت اور خشیت کا فقدان

ب) عشقِ رسول ﷺ سے محرومی

ج) بے یقینی

د) ذہن کا غلبہ

ر) حب دنیا

ص کلیات۔ ۳۵۴

دلِ غمیں: غمگین دل، وہ دل جس کو محبوب کی جدائی کا روگ لگا ہو۔

ص کلیات۔ ۳۵۵

خوے دل نوازی: شفقت ومہربانی کی عادت، دل موہ لینے والی خوش خلقی۔

ص کلیات۔ ۳۵۷

دلِ بے قید: ۱- دلِ آزاد۔ ۲- دُنیاوی خواہشات سے آزاد دل۔ ۳- وہ دل جس کے لیے دنیا کا عیش وغم یکساں ہو گیا ہو۔ ۴- وہ دل جو غیر اللہ سے خائف ہو نہ اس کی طرف مائل۔

ص کلیات۔ ۳۶۸

دل نوازی: ۱- شفقت، مہربانی، حسنِ سلوک۔ ۲- دوسروں کے دل کی ٹھنڈک بن جانا۔

ص کلیات۔ ۳۶۹

دل یا شکم!: یعنی: ۱- اللہ کی محبت یا دُنیا کی ہوس۔ ۲- روحانیت یا مادیت۔ ۳- اسلام یا اشتراکیت۔ ۴- روح کی زندگی یا موت۔ ۵- نورِ الٰہی یا مرغ وماہی۔ ۶- آزادی یا غلامی۔

ص کلیات۔ ۳۷۱

غزل ۱۴

دلِ بیدار: ۱- جاگا ہوا دل۔ ۲-غفلت سے پاک دل۔ ۳- حقیقت کی معرفت رکھنے والا قلب۔ ۴-عقل اور ارادے کو راہِ راست پر رکھنے والا دل۔ ۵- اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کامل تعلق رکھنے اور اس تعلق کی نگہبانی کرنے والا دل۔ ۶-عشق کے احوال و معارف میں ڈوبا ہوا دل۔

ص کلیات۔ ۳۷۱

دل ونظر کا حجاب: ۱- دل اور آنکھ پر پڑنے والا پردہ۔ ۲- وہ رکاوٹ جو دل کو عشقِ حقیقی سے روکتی ہے اور آنکھ کو جمالِ حق کے مشاہدے سے۔

نیز دیکھیے: 'دل ونظر'

ص کلیات۔ ۳۷۲

دل نواز: دل لبھانے والی۔

ص کلیات۔ ۳۷۸

حدیث دل: ۱- دل کی بات، دل کے معاملات۔ ۲-عشق کے رموز، محبت کی تعلیم۔ ۳-محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کا بیان۔

ص کلیات۔ ۳۹۶

دل کی کشاد: ۱- دل کی کشادگی اور اطمینان جو دین کی روح میں اُتر کر میسر آتا ہے۔ ۲- روحانی و باطنی مشکلات کا حل۔ ۳-قلب کی صفائی، نفس کا تزکیہ۔

ص کلیات۔ ۳۹۹

لالۂ دل سوز: ۱-گلِ لالہ کے پیالے میں اندر کی طرف ایک سیاہ دھبا ہوتا ہے، جس کی مناسبت سے اُسے یہاں 'دل سوز' کہا گیا ہے۔ یعنی دل جلا لالہ، گلِ لالہ جس کے دل میں آگ لگی ہے۔ ۲-محبوب سے جدائی کی آگ میں جلنے والا عاشق جو اپنے اس حال پر راضی ہے۔ ۳-مسلمان جس کا دل اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے عشق سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ اُسے دنیا کی محبت اور اس کی چمک دمک راس آ ہی نہیں سکتی۔ ۴- اُمتِ محمدیہ جس کے اصولِ تمدن و معاشرت میں فطرت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ صحرا اور پہاڑ فطرت کا ظاہر ہیں اور قلبِ

انسانی اس کا باطن۔ گویا اسلامی زندگی تین چیزوں کا مجموعہ ہے: سادگی، جفاکشی اور محبت۔

ص کلیات۔۴۰۲

دل ونظر: دل، محبوب کی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نظر، جمال کا۔ دل اپنے مقصود کو بھولتا نہیں ہے اور نظر اسے اوجھل نہیں ہونے دیتی۔ دل کا رُخ انفس کی طرف ہے اور نظر کا آفاق کی جانب۔

ص کلیات۔ ۴۳۸

قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

'ذوق وشوق' کا یہ پہلا شعر گویا وہ بیج ہے جس سے یہ عظیم نظم درخت کی طرح پھوٹی ہے۔ اس کے لفظ لفظ کو کھولنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اُس گہرائی اور پھیلاؤں کا کچھ اندازہ ہو جائے جو اس شعر میں پایا جاتا ہے اور جس نے پوری نظم کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے:

۱- قلب ونظر: دونوں کا کام مشاہدہ ہے۔ قلب، حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے اور نظر، صورت کا۔ چونکہ دونوں کے مشاہدے کا ہدف ایک ہی ہے۔ یعنی جمالِ حق، لہٰذا قلب، نظر کو حقیقت سے مانوس رکھتا ہے اور نظر، صورت کو قلب سے اوجھل نہیں رہنے دیتی۔ اس طرح دونوں اپنے اپنے مشاہدات کو آپس میں جوڑ کر وہ کلیت تشکیل دیتے ہیں جس کے بروئے کار نہ آنے سے مشہود ادھورا رہ جاتا ہے۔ یہ کلیت قلب میں صرف ہو کر معرفت اور عشق کا حال پیدا کرتی ہے۔ ۲- قلب ونظر کی زندگی: یعنی حقیقت جمال اور صورتِ جمال کا مشاہدہ قلب ونظر کی روح ہے۔ 'زندگی' کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ دل اور آنکھ کا موضوع جمال ہے۔ ۳- دشت: اس کی دو جہتیں ہیں، واقعی اور علامتی۔ اپنی واقعی جہت میں یہ دشت مدینہ یا اور پھیلا کر دیکھیں تو دشت حجاز ہے، یعنی رسولِ اکرم ﷺ کا مولد ومسکن۔ اس کے علامتی معنی بھی اسی واقعی جہت سے نمودار ہوتے ہیں۔ یہاں یہ زمین کا بے پردہ اور خالص روپ ہے جس پر کوئی اضافی اور آرائشی تہ نہیں چڑھی۔ یہ انسان کے باطن کی اُس حالت کا آئینہ دار ہے جب وہ اپنی اصلی وفطری سادگی اور پاکیزگی کے ساتھ حق کے آگے ایک کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے۔ ۴- صبح: آسمان کے حوالے سے 'صبح' کے وہی معنی ہیں۔

ص کلیات۔ ۱۳۸

حقیقت حسن: ۱- یہ نظم مارچ ۱۹۰۶ء کے مخزن میں 'حسن اور زوال' کے عنوان سے، اقبال

کے اس نوٹ کے ساتھ شائع ہوئی تھی: 'اصل خیال جرمن نثر میں دیکھا گیا۔ میں نے ناظرینِ مخزن کے لیے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اُردو میں منتقل کر دیا' ۲- ریاض الحسن صاحب کی تحقیق کے مطابق اس نظم کا ماخذ گوئٹے کی ایک نظم 'VIERJAHRESZEITEN' ہے (اقبال ریویو۔جنوری ۱۹۷۴ء)۔

ص کلیات۔۱۵۳

جلوۂ حسن: ابتدائی متن کے دو شعر منسوخ۔

ص کلیات۔۳۵۳

حسنِ معنی: ۱-معنی کا حسن جو لفظ کا محتاج نہ ہو، وہ جمال جس کی تخلیق اور اظہار میں انسان کو کوئی ہاتھ نہ ہو، کمالِ معنی جو لفظ میں نہیں سما سکتا۔ ۲- وہ حسن جسے شاعری وغیرہ کے ذریعے سے دریافت کیا جاتا ہے نہ کہ ایجاد۔

ص کلیات۔۳۶۱

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی

۱-تصورِ حسن اور ذوقِ جمال کی تشکیل مندرجۂ ذیل عناصر سے ہوتی ہے:
۱) روحانی نشاط۔۲) طبیعت کی جولانی، تخلیقی اُمنگ۔۳) تہذیبی اقدار۔۴) معنی کو صورت پر غالب دیکھنے اور رکھنے کی قوت۔ یہ چاروں عناصر انسان کی مکمل آزادی سے مشروط ہیں۲- غلامی پورے وجود پر چھا جانے والی افسردگی ہے جو ذوقِ حسن و زیبائی کو بھی نگل جاتی ہے۔۳- خارجی دنیا انسان کے داخلی کمال سے ہم آہنگ ہو جائے تو ذوقِ حسن اور شعورِ زیبائی پیدا ہوتا ہے۔ غلامی خارجی دنیا سے آزادانہ نسبت استوار کرنے کا ہر راستہ بند کر دیتی ہے اور آدمی کے باطنی امکانات اور داخلی کمالات کو دھندلا کر رکھ دیتی ہے۔ اس طرح وہ ہم آہنگی ہر سطح پر ناممکن ہو جاتی ہے جو جمال کے ادراک اور احساس کی بنیاد ہے۔

ص کلیات۔۴۳۸

حسنِ ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردۂ وجود
دل کے لیے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں

پچھلے شعر سے ربط

۱:۱- پہلے شعر میں 'دشت میں صبح کا سماں' کو 'قلب و نظر کی زندگی' کہہ کر اشارتاً یہ جتا دیا گیا تھا کہ یہ منظر جس حسن کو منعکس کر رہا ہے۔ وہ الوہی (Divine) ہے۔ غیر الوہی جمال کم از کم 'قلب کی زندگی' نہیں بن سکتا۔ اس شعر میں وہ اشارہ بیان بن گیا ہے۔۲:۱-مطلع میں 'حسن ازل کی نمود' کے لیے جو بیرونی ماحول درکار تھا، وہ بیان کیا گیا تھا۔ اس شعر میں اس نمود سے پیدا ہونے والی اندرونی فضا دکھائی گئی ہے۔ مگر اس طرح کہ وہ بیرونی ماحول جو اس نمود کی تمہید تھا، مجروح نہیں ہوا بلکہ ایک زیادہ وسیع اور گہرے اندرونی پن سے متصف ہو گیا ہے۔۳:۱- 'حسن ازل' کا تعلق باطن سے ہے اور اس کا ناظر قلب ہے۔ 'نمود' کا تعلق ظاہر سے ہے اور اس کی ناظر آنکھ ہے۔ پہلے شعر میں قلب و نظر کی زندگی کا سامان اسی لیے کہا گیا تھا کہ قلب حسنِ ازل کو دیکھ سکے اور نظر 'حسن ازل کی نمود' کو۔ ۱:۳:۱-'نمود' ایک ظاہری چیز ہے لیکن 'حسنِ ازل' کی نسبت سے اس میں اندرونی پن بھی پیدا ہو گیا۔۲:۳:۱-'حسن ازل کی نمود' اس حال میں ہو رہی ہے کہ 'پردۂ وجود' چاک ہے۔ یہ منظر سب مناظر کی طرح خارجی تو ہے مگر جس سطح پر واقعہ ہو رہا ہے، وہ آخری حد تک داخلی ہے۔۴:۱-مطلع کا پورا منظر خارجی واقعی ہے اور آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ محض 'قلب' کے لفظ سے پورا منظر بدل گیا، یا اگر بدلا نہیں تو بھی اس کی ظاہری قطعیت ختم ہو گئی، اور صورت پر معنی کے غلبے کی راہ ہموار ہو گئی۔ اس غلبے کی تکمیل اس شعر میں آ کر ہوئی ہے۔ ۱:۴:۱-'دشت'، 'صبح'، 'چشمۂ آفتاب'، 'نور'۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جسے آنکھ سے نہ دیکھا جا سکے۔

## ص کلیات۔ ۲۷۵

**زمزمِ ملت:** ۱- دین کا سرچشمہ، اسلام کی بنیادی روایت جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوئی۔۲-'زمزم' دینی روایت اور اس کا تاریخی تسلسل ہے جو تغیر سے محفوظ ہے، معنی میں بھی اور صورت میں بھی۔ 'ملت' مظہر ہے دینی اصول اور ان کی آفاقیت کا۔ 'زمزمِ ملت' میں حرکت و ثبات یکجا ہو کر اسلام کے ہمہ زمانی اور ہمہ مکانی ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ دلالت تامہ ہے جو مدلول کے وجود کی دونوں لازمی نسبتوں یعنی زماں و مکاں سمیت احاطہ کرتی ہے۳- اس ترکیب میں ایک حُسن یہ بھی ہے کہ اس سے رسول ﷺ کی تمام نسبتوں کا اظہار ہو جاتا ہے۔ نسب کی بھی اور نبوت کی بھی۔۴-'زمزم' میں تغیر کی نفی ہے اور ملت میں تعدد کی۔ یعنی اسلام کی صورت میں حق کا ظہور دائمی ہے۔ ۵- زمزم کا مرکز لا الٰہ الا اللہ ہے اور ملت کا محمد رسول اللہ ﷺ۔ جس

طرح ملت کے بغیر زمزم بے معنی ہے، اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا انکار کر کے توحید کا اقرار لایعنی ہے۔ دین کامل یعنی حق کے ظہور کا اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا۔ ۶- زمزم ملّت جس کمالِ ظہور کا استعارہ ہے، اس کی دو شرائط ہیں: دوام اور وحدت۔ زمزم سے دوام کی شرط پوری ہوتی ہے اور ملت سے وحدت کی۔ یعنی دینِ محمدی علی صاحبہ التحیۃ والسلام ہمیشہ کے لیے ہے اور سب کے لیے ہے۔

ص کلیات۔۲۹۲

**قومیت:** قوم پرستی، قومیت کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق پیدا کرنا، کسی خاص قوم سے تعلق رکھنے کو مدارِ فضیلت تصور کرنا، ایک قوم کو دوسری پر ترجیح دینا، نسل اور علاقے کو عقیدے اور نظریے پر فوقیت دینا۔

ص کلیات۔۳۰۱

**احرارِ ملت:** ملت کے مردانِ آزاد یعنی ترک۔

ص کلیات۔۳۰۷

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہاے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملت ما سازگار آمد

(میں اُس شہید کی تربت پر گلِ لالہ کی پتّیاں بکھیر رہا ہوں جس کا خون ہماری ملت کے پودے کو راس آگیا)

ص کلیات۔۳۷۴

**ہفتاد و دوملت:** بہتر فرقے، منتشر اُمّت۔

ص کلیات۔۳۷۵

**وہ قوم:** مراد ہندی مسلمان بالخصوص مغل جو تیمور کے وارث تھے۔

ص کلیات۔۵۶۰

**ملتِ مرحوم:** یعنی ملتِ اسلامی جس پر اللہ نے رحمت فرمائی۔
نیز دیکھیے: 'اُمت مرحوم'